قربانیوں کی کوئی حد مقرر نہیں کی جاسکتی

(فرمودہ ۲۹ رنومبر ۱۹۳۵ء)

تشہد ، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

میں نے پچھلے سے پچھلے جمعہ کے خطبہ میں چندہ تحریک جدید کے متعلق اعلان کیا تھا اِس وقت تک اس کے متعلق جو وعدے آ چکے ہیں وہ میرے اندازہ میں اٹھارہ ہزار کے ہیں ۔ ان میں صرف تین یا چار جماعتوں کے وعدے ہیں باقی افراد کی طرف سے ہیں ۔ ان کی زیادتی کا میں صحیح اندازہ تو نہیں کر سکتا مگر اس وقت تک کے وعدوں سے پتہ لگتا ہے کہ اس سال ۳۵ فیصدی کی زیادتی ہے یعنی اٹھارہ ہزار کے وعدے جن لوگوں کی طرف سے ہیں گزشتہ سال ان کے وعدے ساڑھے تیرہ ہزار کے تھے اور ابھی ان میں وہ وعدے بھی شامل ہیں جو یا تو گزشتہ سال کے برابر ہیں اور یا گزشتہ سال سے کم ہیں ورنہ افراد کو لیا جائے تو بعض نے ڈیوڑھا ، بعض نے دوگنا وعدہ کیا ہے اور بعض نے اِس سے کم زیادتی کی ہے ۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ بعض مخلصین نے گزشتہ سال اپنا سارا اندوختہ دے دیا تھا اور جس نے اپنا سارا اندوختہ گزشتہ سال دے دیا ہو وہ یقیناً اِس سال گزشتہ سال کے برابر حصہ نہیں لے سکے گا ۔ ان کے علاوہ بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو گزشتہ سال کچھ نہ کچھ ذرائع آمدنی رکھتے تھے مگر اِس سال نہیں رکھتے ۔ پھر بعض ایسے بھی ہیں جن پر اس سال میں کوئی مالی بوجھ پڑ گیا ہے باقی لوگوں میں سے جو دینے کے قابل تھے اکثر ایسے ہیں جنہوں نے اپنا چندہ بڑھایا ہے ۔ بعض نے کم زیادتی کی ہے مگر اس اصول کو مدنظر رکھا ہے جس کا میں نے اعلان کیا تھا کہ جو لوگ زیادتی نہ کرسکیں وہ قلیل زیادتی ضرور کر

دیں تا ان کا قدم پیچھے نہ رہے۔ مثلاً دس دینے والے ساڑھے دس کر دیں ۔مگر جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کافی حصہ ایسا ہے جس نے بیس، پچیس، پچاس فیصدی کی زیادتی کی ہے اور بعض نے دُگنا کر دیا ہے میں پہلے بتا چکا ہوں کہ اس تحریک کی غرض عارضی نہیں ہے وہ وقت آ رہا ہے جب ہمیں ساری دنیا کے دشمنوں سے لڑنا پڑے گا۔ دنیا سے میری مراد یہ نہیں کہ ہر فرد سے لڑنا پڑے گا کیونکہ ہر قوم اور ہر ملک میں شریف لوگ بھی ہوتے ہیں میرا مطلب یہ ہے کہ تمام ممالک میں ہمارے لئے رستے بند کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں پس ہماری جنگ ہندوستان تک محدود نہ رہے گی بلکہ دوسرے ملکوں میں بھی ہمیں اپنے پیدا کرنے والے اور حقیقی بادشاہ کی طرف سے جنگ کرنی ہوگی۔ اگر تو احمدیت کوئی سوسائٹی ہوتی تو ہم یہ کہہ کر مطمئن ہو سکتے تھے کہ ہم اپنے حلقۂ اثر کو محدود کر لیں گے اور جہاں جہاں احمدی ہیں وہ سمٹ کر بیٹھ جائیں گے مگر مشکل یہ ہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہے کہ جو بات اس کی طرف سے آئی ہے اسے ساری دنیا میں پہنچائیں اور ہم نے اسے پہنچانا ہے ہمارا پروگرام وہ نہیں جو ہم خود تجویز کریں بلکہ ہمارا پروگرام ہمارے پیدا کرنے والے نے بنایا ہے۔ اور ہم اس میں کوئی شوشہ بھی کم و بیش نہیں کر سکتے۔ مجھے یاد ہے غالباً ۱۹۱۱ء یا ۱۹۱۲ء کی بات ہے کہ ایک دن شیخ یعقوب علی صاحب میرے پاس آئے اور کہا کہ خواجہ صاحب سے میری باتیں ہوئی ہیں اور میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ تک ان باتوں کو پہنچا دوں ۔اُس وقت اختلافات شروع ہو چکے تھے اور نبوت و کفر و اسلام کے مسائل زیرِ بحث تھے۔ میرا خیال ہے کہ یہ ۱۹۱۱ء یا ۱۹۱۲ء کے ابتداء کی بات ہے کیونکہ اس کے بعد خواجہ صاحب ولایت چلے گئے تھے۔ ان مسائل کے زیرِ بحث آنے کی وجہ سے جماعت میں ایک پریشانی اور حیرانی سی پیدا ہو چکی تھی کہ اب کیا بنے گا۔ شیخ صاحب نے خواجہ صاحب سے گفتگو کی اور مجھے کہا کہ خواجہ صاحب نے پیغام بھیجا ہے کہ وہ ہر طرح صلح کے لئے تیار ہیں اور کہ اگر مَیں بھی تیار ہوؤں تو انہیں کوئی انکار نہیں شیخ صاحب پر انکی اِس گفتگو کا اتنا اثر تھا کہ انہوں نے گھر پر آ کر ہی مجھے بلایا۔ وہ دروازہ اب نہیں رہا پہلے مسجد مبارک کو جو چھوٹی سیڑھیاں چڑھتی ہیں ان کے ساتھ ایک دروازہ ہؤا کرتا تھا۔ اور اس سے گزر کر ایک چھوٹا سا صحن تھا اس کے آگے پھر ایک دروازہ تھا جس سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آتے جاتے تھے شیخ صاحب نے اس اندر کے دروازہ پر آ کر دستک دی اور مجھے بلوایا اور کہا کہ خواجہ صاحب سے میری گفتگو ہوئی ہے اور میری طبیعت پر گہرا

اثر ہے کہ خواجہ صاحب کی بھی خواہش ہے کہ کوئی ایسی تدبیر کی جائے جس سے فساد دُور ہو جائے۔ میں نے اُنہیں کہا کہ فساد تو میں بھی نہیں چاہتا۔ آپ خواجہ صاحب سے پوچھ لیں کہ اگر تو ان سے جھگڑا کسی دُنیوی چیز کے لئے ہے کوئی چیز میرے پاس ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ یہ ان کا حق ہے یا اُنہیں مل جانی چاہئے تو میں بغیر کسی عذر کے اُن کو دے دیتا ہوں اور اُن کو اختیار ہے کہ مجھ سے پوچھے بغیر اُسے لے جائیں۔ لیکن اگر اختلاف عقائد کے متعلق ہے تو یہ نہ اُن کا حق ہے نہ میرا کہ بعض باتوں کو چھوڑ کر کوئی درمیانی راہ اختیار کر لیں اور اس طرح صلح نہیں ہو گی بلکہ فساد بڑھے گا اور ہم دونوں دین کے دشمن اور غدار ثابت ہوں گے۔

پس حقیقت یہ ہے کہ احمدیت ایک مذہبی تحریک ہے یا دوسرے لفظوں میں اسلام کا دوسرا نام ہے کوئی نیا مذہب نہیں بلکہ نیا فرقہ بھی نہیں صرف نام کی شناخت کے لئے احمدیت کا لفظ بولا جاتا ہے ورنہ احمدیت درحقیقت نام ہے اُس اسلام کا جو رسول کریم ﷺ دنیا میں لائے۔ بعض مسلمانوں کی غفلت اور دست برد سے اس میں کئی خرابیاں پیدا ہوگئیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث کیا اور آپ کو قرآن کریم کی وہی تشریح سمجھائی۔ جو رسول کریم ﷺ کو سمجھائی تھی۔ پس یہ نام صرف امتیاز کے لئے ہے ورنہ احمدیت کوئی حقیقت نہیں جب تک اِس کا ترجمہ اسلام نہ کریں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا اسلام میں کوئی کمی بیشی ہوسکتی ہے؟ کیا اس میں کوئی تبدیلی کی جاسکتی ہے؟ کیا قرآن کا کوئی شوشہ بھی بدلا جاسکتا ہے؟ اگر یہ ہوسکتا ہے تو ہم بھی خیال کر سکتے ہیں کہ ہم اپنے کام کی تجاویز اور تفاصیل حالات کے مطابق ڈھال لیں گے لیکن جب یہ غلط ہے کہ اسلام میں کوئی ردّ و بدل ممکن ہو تو یہ بھی ممکن نہیں کہ ہم اپنے پروگرام کو حالات کے مطابق ڈھال لیں۔ جب اسلام پہلی دفعہ دنیا میں آیا تو اُس وقت بھی ساری دنیا نے اِس سے لڑائی کی اور چاہا کہ یہ نہ پھیل سکے اور اسے غلبہ حاصل نہ ہو لیکن خدا نے اسے پھیلا دیا اور لوگوں کی باتوں کی پرواہ نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے انکار کیا ہر بات سے سوائے اِس کے کہ وہ اپنے نور کو کامل کرے۔ اسی طرح اب بھی ہوگا چاہے دشمن شرارت میں حد سے بڑھ جائیں اور دوست ہمت ہار بیٹھیں۔ خدا تعالیٰ نے جو بات کہی ہے وہ ہو کر رہے گی اور اگر ہم اس سے ذرا بھی اِدھر اُدھر ہوں تو اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت جاتی رہے گی۔ آگے بھی اللہ تعالیٰ نے جو کچھ کیا ہے ہمارے لئے نہیں کیا۔ آپ میں سے ہر ایک کو یہ سوچنا چاہئے کہ کیا ہماری حیثیت اتنی ہے کہ اللہ

تعالیٰ کی پیدا کردہ ہر چیز ہماری خدمت پر لگ جائے ۔ ہماری حیثیت ہے کیا۔ایک چیونٹی یا مکھی کو ہاتھی سے جو نسبت ہوتی ہے دنیا کے مقابلہ میں ہماری نسبت اس سے بھی کم ہے لیکن یہ چاند اور ستارے جن کے دنیا سے فاصلوں کا بھی تا حال علم نہیں ہوسکا۔اب تک جو تحقیقات ہوئی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ روشنی ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ اسّی ہزار میل چلتی ہے۔ایک منٹ میں ساٹھ سیکنڈ اور ایک گھنٹہ میں ساٹھ منٹ ہوتے ہیں ۲۴ گھنٹوں کا ایک دن، تیس دنوں کا ایک مہینہ اور تین سَو ساٹھ دنوں کا ایک سال ہوتا ہے۔دنیا نے اِس وقت تک جو علم حاصل کیا ہے وہ یہی ہے کہ دنیا کا باہم فاصلہ بارہ ہزار روشنی کے سالوں کا ہے یعنی بارہ ہزار کو تین سَو ساٹھ سے ضرب دو جو نتیجہ نکلے اسے تیس سے اسکے ماحصل کو ۲۴ سے اور پھر اُسے ساٹھ سے اور اس کے ماحصل کو پھر ساٹھ سے ضرب دو تو اتنے میل بنتے ہیں کہ ان کے پڑھنے پر بھی خاصہ وقت خرچ ہوتا ہے اور ابھی معلوم نہیں نئی تحقیقاتوں کے نتیجہ میں اس فاصلہ میں اور کتنا اضافہ ہو جاتا ہے۔آج سے چند سال قبل یہ فاصلہ صرف تین ہزار روشنی کے سالوں کا سمجھا جاتا تھا اتنے بڑے عالَم کو اللہ تعالیٰ نے جو انسان کی خدمت پر لگایا ہوا ہے تو یقیناً انسانی اعمال اس خدمت کا مقصود نہیں ہو سکتے۔ذرا غور تو کرو کہ کروڑوں سال سے اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام کر رکھا تھا کہ ایک رمضان کے مہینہ میں سورج اور چاند کو خاص تاریخوں میں گرہن لگے تا اِس گمنام بستی میں پیدا ہونے والے ایک شخص کی سچائی دنیا پر ثابت ہو۔اسے دیکھ کر کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ سب کچھ انسانوں کے لئے ہو رہا ہے؟ نہیں بلکہ سچائی کی خاطر ہو رہا ہے۔اس لئے ہو رہا ہے کہ تا خدا کا نور دنیا میں پھیل سکے پس کیا کوئی خیال کر سکتا ہے کہ جس امر کے لئے خدا تعالیٰ نے اس قدر وسیع نظام بنایا ہے اسے معمولی عذروں سے وہ نظر انداز کر دے گا۔کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ وہ اتنا بڑا سلسلہ چلانے کے بعد تمہارا یہ عذر قبول کرے گا کہ مخالفت اور مشکلات بہت تھیں اس لئے ہم چپ کر کے بیٹھ گئے۔یا یہ عذر کسی کا قبول کرلے گا کہ ایک عرصہ تک قربانی کے بعد مَیں آرام کرنے کے لئے بیٹھ گیا تھا۔ایک ادنیٰ سی چیز بنانے کے لئے ہزاروں روپیہ کی قربانی کرنی پڑتی ہے، ایک چھوٹے سے ملک کے لئے ہزاروں لاکھوں جانوں کو قربان کر دیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نور کو پھیلانے اور دائمی سچائی کو دنیا میں قائم کرنے کے مقابلہ میں ہماری ہستی ہی کیا ہے کہ قربانی کے وقت ہماری طرف سے کوئی عذر قبول کیا جا سکے۔ ہمیشہ اس مقصد کو سامنے رکھو جس کے لئے خدا نے تمہیں پیدا کیا ہے۔جب صبح کے وقت گھروں میں

آگ جلائی جاتی ہے تو تمہاری مائیں ،تمہاری بیٹیاں ،تمہاری بہنیں ،اور تمہاری بیویاں یا جن کو اللہ تعالیٰ نے وُسعت دی ہے اُن کی ملازم عورتیں جب اوپلے کو توڑ کر آگ میں ڈالتی ہیں تو کیا کوئی رحم ان کے دل میں پیدا ہوتا ہے یا اس کی کوئی اہمیت تم سمجھا کرتے ہو۔پس اچھی طرح یاد رکھو کہ جس طرح اُس وقت کسی کو یہ خیال نہیں آتا کہ اوپلے کو آگ میں ڈالا جارہا ہے اور یہ بات کوئی اہمیت رکھتی ہے اسی طرح اس مقصد کے حصول کیلئے جس کے لئے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث کیا ہے یعنی اسلامی صداقتوں کے احیاء کے لئے ،تمہاری قربانیوں کی کوئی بھی قیمت نہیں کیونکہ اس مقصد کے مقابلہ میں جس کے لئے تمہیں پیدا کیا گیا ہے یہ قربانیاں کچھ بھی نہیں ۔رحم وہاں پیدا ہوتا ہے جہاں قربان ہونے والی چیز اُس سے زیادہ قیمتی ہو جس کے لئے وہ قربان کی جاتی ہو یا وہاں کہ قربان ہونے والی شے فنا ہو رہی ہو۔دیکھو اُپلا فنا ہوتا ہے مگر تمہارے دل میں کوئی رحم پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ وہ اپنے سے بہتر وجود پیدا کرنے میں مدد دے رہا ہوتا ہے مگر ہماری قربانی تو اُپلے کی قربانی کے برابر بھی نہیں کیونکہ خدا تعالیٰ ہمیں آگ میں ڈال کر فنا نہیں کرتا کندن بناتا اور ترقی دیتا ہے۔سو نہ صرف یہ کہ ہمارا مقصد اتنا اعلیٰ ہے کہ کوئی قربانی اس کے مقابلہ میں حقیقت نہیں رکھتی ۔کیونکہ ہم فنا نہیں ہوتے بلکہ شکل تبدیل کر کے اعلیٰ درجہ حاصل کر لیتے ہیں اس لئے ہماری قربانیاں اور تکلیفیں ایسی نہیں کہ انہیں مدنظر رکھتے ہوئے اصل مقصد کو بھلا دیا جائے پس ضرورت صرف نقطہ نگاہ کی تبدیلی کی ہے۔اسلام احمدیت کا نام ہے وہی اسلام جسے رسول کریم ﷺ دنیا میں لائے مگر اسلام نام اس چیز کا نہیں کہ ظہر اور عصر کی نمازوں کی چند رکعتیں پڑھ لو۔ یہ تو قشر ہے ۔اسلام نام ہے اللہ تعالیٰ کی صداقت اور اُس کے نور کے دنیا میں قائم ہو جانے کا۔اور نورِ الٰہی کی شعاعوں کے پھیلنے میں جو چیزیں حائل ہیں اُن کو مٹا دینے کا ۔اِس غرض کے لئے ایک ظاہری شکل بھی پیدا کی جاتی ہے جو نماز ہے جیسے فوج وردیوں کا ،سلام کرنے کا ،یا مارچ کرنے کا نام نہیں بلکہ نام ہے اُس سپرٹ کا کہ ملک کی خاطر اگر تمام انسانوں کو بھی ہلاک کرنا پڑے تو کر دیا جائے اور ذرا دریغ نہ کیا جائے وہ وردیاں اور وہ سلام اور وہ مارچنگ کس کام کا جس کے پیچھے یہ روح نہیں ۔اگر یہ روح موجود ہے تو اس قشر کی بھی کوئی قیمت ہو سکتی ہے ورنہ نہیں دیکھو! بادام کے چھلکے کی قدر تم اُسی وقت تک کرتے ہو جب تک مغز اُس کے اندر رہتا ہے جب وہ نکال لیا جائے تو چھلکے کو فوراً پھینک دیا جاتا ہے۔

بچپن میں مَیں نے ایک رؤیا دیکھا تھا یہ غالباً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کی بات ہے یا آپ کی وفات کے قریب کی یعنی چار پانچ ماہ کے عرصہ کے اندر کی۔ اُس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مکان میں ہی رہا کرتے تھے۔ مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کے مکان کی طرف جو گلی جاتی ہے اس کے اوپر جو کمرہ اور صحن ہے اس میں آپ کی رہائش تھی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اس صحن میں ہوں اور اس کے جنوب کی طرف حکیم غلام محمد صاحب امرتسری جو حضرت خلیفہ اوّل کے مکان میں مطب کیا کرتے تھے کھڑے ہیں اُن کو میں سمجھتا ہوں کہ خدا کے تصرف کے ماتحت ایسے ہیں جیسے فرشتہ ہوتا ہے میں تقریر کر رہا ہوں اور وہ کھڑے ہیں۔ میرے ہاتھ میں ایک آئینہ ہے جسے میں سامعین کو دکھاتا ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہاں اور لوگ بھی ہیں مگر نظر نہیں آتے گویا ملائکہ یا اعلیٰ درجہ کے لوگ ہیں جو نظروں سے غائب ہیں۔ میں انہیں وہ آئینہ دکھا کر کہتا ہوں کہ خدا کے نور اور انسان کی نسبت ایسی ہے جیسے آئینہ کی اور انسان کی۔ آئینہ میں انسان اپنی شکل دیکھتا ہے اور اس میں اس کا حسن ظاہر ہوتا ہے اور وہ اس کی خوب قدر کرتا ہے اور سنبھال سنبھال کر اِردگرد سے بچا کر رکھتا ہے مگر جوں ہی وہ آئینہ خراب ہو جاتا اور میلا ہو جاتا ہے اور اس میں اُس کی شکل نظر نہیں آتی یا چہرہ خراب نظر آتا ہے تو وہ اسے اُٹھا کر پھینک دیتا ہے اور جب میں یہ کہہ رہا ہوں تو رؤیا میں دیکھتا ہوں کہ میرے ہاتھ میں ایک آئینہ ہے اور ان الفاظ کے کہنے کے ساتھ ہی وہ میلا ہو جاتا ہے اور کام کا نہیں رہتا۔ اور میں کہتا ہوں کہ انسان کا دل بھی اللہ تعالیٰ کے مقابل پر آئینہ کی طرح ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اُس میں اپنے حسن کا جلوہ دیکھتا ہے اور اس کی قدر کرتا ہے مگر جب وہ میلا ہو جاتا ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ کا حسن ظاہر نہیں ہوتا تو وہ اسے اس طرح اُٹھا کر پھینک دیا جاتا ہے جس طرح خراب آئینہ کو اُٹھا کر پھینک دیا جاتا ہے۔ اور یہ کہتے ہوئے میں نے اُس آئینہ کو جو میرے ہاتھ میں تھا زور سے اُٹھا کر پھینک دیا اور وہ چکنا چُور ہو گیا۔ اس کے ٹوٹنے سے آواز پیدا ہوئی۔ اور میں نے کہا جس طرح خراب شدہ آئینہ کو توڑ دینے سے انسان کے دل میں کوئی درد پیدا نہیں ہوتا اسی طرح ایسے گندے دل کو توڑنے کی اللہ تعالیٰ کوئی پرواہ نہیں کرتا۔

غرض انسان کی پیدائش کی غرض ہی یہی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے نور کو ظاہر کرے اور جب اس نور کے پھیلنے میں کوئی روک پیدا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ ایک ایسی جماعت کو کھڑا کر دیتا ہے جو صیقل کرنے

والی ہوتی ہے اور اس کا کام ہی یہ ہوتا ہے کہ خدا کے نور کو دنیا میں پھیلائے۔ اگر وہ کامیاب نہ ہو اور نور کو پھیلا نہ سکے تو اسے بھی توڑ دیا جاتا ہے۔ وہی آئینہ جو دنیا کی حسین ترین ہستی کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور جس پر اس ہستی سے محبت کرنے والے رشک کرتے ہیں وہ جب میلا ہو جاتا ہے اور کام کا نہیں رہتا تو اُسے پھینک دیا جاتا ہے اور وہ ٹکڑے ہو کر بازاروں اور گلیوں میں جوتیوں کی ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے پس صرف نقطہ نگاہ کی تبدیلی کی ضرورت ہے جس دن یہ خیال تمہارے دل سے نکل گیا کہ احمدیت ایک سوسائٹی ہے جس میں شامل ہو کر کچھ لوگ ایک دوسرے سے تعاون کرتے اور ہمدردی کرنے کا اقرار کرتے ہیں۔ اور جس دن تم نے یہ سمجھ لیا کہ احمدیت خدا کے نور کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے اس دن نہ میرے خطبات کی ضرورت رہے گی اور نہ کسی کے وعظ ونصیحت کی۔ اُس دن ایسی تبدیلی تمہارے اندر پیدا ہو جائے گی اور ایسی آگ روشن ہو جائے گی کہ شاید تمہیں روکنے کی ضرورت تو پیش آسکے لیکن تحریک کی نہیں۔ اور جب تک یہ روح نہیں اُس وقت تک خطبات اور وعظوں کی ضرورت ہے۔ پس تم یہ اچھی طرح سمجھ لو کہ جب تمہاری بعثت کی غرض ہی خدا کے نور کو پھیلانا ہے اور اس کے رستہ میں حائل شدہ روکوں کو دور کرنا ہے تو تمہاری قربانیوں کی کوئی مقدار مقرر نہیں کی جاسکتی اور کیا یا کیوں یا کیسے کا کوئی سوال ہی نہیں ہوسکتا۔ جو اس خیال سے قربانی میں شامل ہوتا ہے کہ ایک یا دو سال کے بعد یہ ختم ہو جائے گی اس کے لئے یہی بہتر ہے کہ بالکل شامل نہ ہو۔ بعض لوگوں نے مجھے لکھا ہے کہ آپ نے گزشتہ سال کہا تھا کہ یہ تحریک صرف ایک سال کے لئے ہے اور اب پھر اس سال کے لئے بھی جاری رکھنے کا آپ نے اعلان کر دیا ہے حالانکہ میں نے ہرگز ایک سال کے لئے نہیں کہا تھا بلکہ تین سال کے لئے کہا تھا اور وہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ تین سال اس کی موجودہ صورت کی میعاد ہے نہ یہ کہ تین سال کے بعد قربانیاں ختم ہو جائیں گی۔ پس جو یہ خیال کرتا ہے کہ ایک سال نہیں تین سال کے بعد بھی قربانیاں ختم ہو جائیں گی اُسے چاہئے کہ اِس تحریک میں ہرگز شامل نہ ہو۔ میں نے یہ تحریک قربانی ختم کرنے کے لئے نہیں بلکہ اعلیٰ قربانیوں کے لئے تیار کرنے اور ان کی مشق کرانے کے لئے جاری کی ہے پس جس کے ذہن پر قربانی کے ختم ہونے کا خیال غالب ہے، اسے اس میں ہرگز شامل نہیں ہونا چاہئے۔ انسانوں کی طرح بعض اموال بھی بابرکت ہوتے ہیں اور برکت والا مال وہی ہو سکتا ہے جس کے پیچھے اخلاص کی روح ہو۔ جو آج اور کل کو دیکھتا ہے وہ میرے لئے دیتا ہے نہ خدا

کیلئے ،اس لئے اس کے مال میں برکت نہیں ہوسکتی ۔انسان ہمیشہ مرتے ہیں اورمرتے جائیں گے پس کسی انسان کی خاطر قربانی کرنا انسان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا ۔قربانی وہی مفید ہوسکتی ہے جو خدا تعالیٰ کے لئے ہو اور خدا تعالیٰ کے لئے آج اور کل کوئی حقیقت نہیں رکھتے ۔ مال بھی انہی لوگوں کے بابرکت ہوسکتے ہیں جن کے لئے وقت کا سوال نہ ہو اور جن کی قربانیوں کا زمانہ اس حد تک بلکہ اس سے بھی آگے تک چلتا ہے جب تک خدا کا نور نہیں پھیلتا ۔کیونکہ تبلیغ کے بعد تربیت کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے اور پھر تربیت کے لئے اُسی طرح قربانیوں کی ضرورت ہوتی ہے جس طرح تبلیغ کے لئے ۔ اور ایسا زمانہ کوئی نہیں ہوسکتا جب تربیت کی ضرورت نہ رہے ۔مسلمان اُسی وقت کمزور ہوئے جب وہ یہ سمجھنے لگ گئے کہ ہمیں صرف دو تین یا چند سالوں کے لئے ہی قربانیوں کی ضرورت تھی ۔

پس یاد رکھو کہ قربانی کا زمانہ مؤمن کے لئے کبھی ختم نہیں ہوتا ۔قربانیوں کی شکلیں بدلیں گی ممکن ہے کچھ عرصہ کے بعد اور قسم کی قربانیاں کرنی پڑیں مگر مؤمن کے لئے قربانی کا زمانہ کبھی ختم نہیں ہوتا ۔ جن لوگوں نے اسلام کو میری تحریک جدید کی طرح عارضی سمجھا وہی اس کا بیڑا غرق کرنے والے ہوئے ۔ انہوں نے تلوار کے جہاد کو ہی اسلام سمجھا اور جب وہ غیر قوموں کی حکومتوں کو مٹا چکے تو سُست ہو کر بیٹھ گئے اور نتیجہ یہ ہوُا کہ آئندہ نسلیں پیدا ہوئیں جو اسلام سے غافل ہو گئیں اور ہوتے ہوتے مسلمان ذلیل ہو گئے ۔

ایک زمانہ تھا کہ مسلمان سے زیادہ قابلِ اعتماد اور کوئی نہ سمجھا جاتا تھا ۔مسلمان کہہ دیتا تھا کہ یوں ہوگا اور لوگ سمجھ لیتے تھے کہ بس بات ختم ہو گئی ضرور اسی طرح ہوگا ۔لیکن آج یہ حالت ہے کہ وہ کوئی بات کرے، سننے والا یہی کہے گا کہ اس کا اعتبار کون کرسکتا ہے ۔

میں ایک دفعہ کشمیر گیا ۔ وہاں مختلف رنگوں کی لوئیوں سے گبّے بنائے جاتے ہیں میں نے بھی ایک گبّا بنانے کے لئے ایک شخص کو کچھ پیشگی دی لیکن جب وہ شخص گبّا تیار کرکے لایا تو وہ طے شدہ لمبائی ، چوڑائی سے چوتھائی حصہ کم تھا ۔ میں نے اس سے کہا کہ یہ تم نے ٹھیک نہیں بنایا اور میرے کام کا نہیں اس پر وہ بار بار یہ شور مچائے کہ جی ! میں مسلمان ہوں گویا مسلمان کی علامت یہ سمجھی جاتی ہے کہ بددیانت ہو اس کو خطرہ تھا کہ شاید یہ اب گبا نہ لے ۔اس لئے وہ بار بار یہ کہہ رہا تھا کہ میں مسلمان ہوں اور مجھے اس سے اور چڑ پیدا ہو ۔اور میں اسے کہوں کہ تو یہ کہہ کر اسلام کو کیوں بدنام کرتا ہے کہ

اسلام اور وعدہ خلافی لازم وملزوم چیزیں ہیں۔ تو اب یہ زمانہ ہے کہ مسلمان کی بات کا اعتبار ہی کوئی نہیں رہا اور یہ حالت اسی وقت سے ہوئی ہے جب سے یہ خیال پیدا ہوگیا کہ اسلام کے لئے قربانی کا زمانہ کسی وقت ختم بھی ہوسکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی کوئی تحریک کبھی ختم نہیں ہوتی۔ ہاں اس کی شکلیں تبدیل ہوتی رہتی ہیں انسان پہلے بچہ ہوتا ہے پھر لڑکپن آتا ہے، پھر جوان، پھر اُدھیڑ اور پھر بوڑھا ہوجاتا ہے اور پھر مرجاتا ہے۔ کیا ہر شکل پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ ختم ہوگیا۔ ہاں ہر شکل کی تبدیلی پر مختلف غذا اور مختلف لباس کی ضرورت رہتی ہے یہی حال خدائی تحریکات کا ہے۔ اور جب تک نقطۂ نگاہ نہ سمجھا جائے اُس وقت تک تباہی دوبارہ آجاتی ہے۔ اور جو لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے وہ مذہب کو تباہ کرنے والے ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو تحریکات ہوتی ہیں اُن کی صرف شکلیں بدلتی ہیں وہ ختم کبھی نہیں ہوتیں۔ اور نہ وہ افراد سے وابستہ ہوتی ہیں۔ میں جاؤں گا تو خدا تعالیٰ کسی اور کو کھڑا کردے گا پھر وہ جائے گا تو خدا تعالیٰ اور کو کھڑا کردے گا۔ اور جو یہ کہے گا کہ ہم نے اپنا کام ختم کرلیا ہے وہ اسلام کو فنا کرنے والی تحریک کا بانی ہوگا اور اس تحریک کا آدم کہلائے گا۔ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسلام کے دوبارہ احیاء کے آدم تھے اور ہر وہ شخص جو اپنی ہر چیز کو اسلام پر قربان کرنے کے لئے تیار ہے اپنے حلقہ میں اسلام کو زندہ رکھنے کی تحریک کے لئے بمنزلہ آدم کے ہیں۔ اسی طرح جو شخص یہ خیال کرلے گا کہ اسلام کی اشاعت کے لئے اُس کا کام ختم ہوگیا وہ اسلام کو فنا کرنے کی تحریک کا آدم ہوگا۔ جس طرح ہر نیکی جو اسلام کے احکام کی تعمیل میں کی جاتی ہے خواہ وہ مسلمانوں کی طرف سے ہو یا غیر مسلموں کی طرف سے۔ کیونکہ کئی غیر مسلم بھی قرآن کے احکام کی تعمیل کرتے ہیں اور خواہ وہ پہلی صدی میں ہو یا دسویں صدی میں یا اس صدی میں یا آئندہ کسی صدی میں اس کا ثواب رسول کریم ﷺ کو ملتا ہے اور قیامت تک کی تمام نیکیوں کا ملتا رہے گا اور جس طرح آئندہ ہر ایک اس نیکی کا جو اسلام کے دوبارہ احیاء کے لئے قیامت تک کی جائے گی، اس کا ثواب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی ملتا رہے گا۔ اسی طرح جو شخص یہ اطمینان کرکے بیٹھ جائے گا کہ کام ختم ہوگیا، تبلیغ اور تربیت میں جس قدر کمی ہوگی اور اسکے نتیجہ میں جس قدر خرابی پیدا ہوگی اُس سب کا گناہ اُس کے سر پر ہوگا۔ اسلام یونہی تباہ نہیں ہوا۔ کوئی نہ کوئی بد بخت تھا جس کے دل میں پہلے یہ خیال پیدا ہوا کہ اب اسلام ترقی کر چکا ہے اب ان قربانیوں کی ضرورت نہیں رہی جن کی ضرورت پہلے تھی۔ وہ ابلیس سے بدتر انسان تھا

کیونکہ ابلیس نے آدم کے نور کو روکنے کی کوشش کی تھی اور اُس نے محمد ﷺ کے نور کو روکنے کی کوشش کی ۔ پھر اس شخص سے اَور ابلیس پیدا ہوئے اور ان سے اَور یہاں تک کہ ان ابلیسوں کی تلبیس سے متأثر ہو کر مسلمان سو گئے اور پھر مر گئے ۔ جس طرح اس ابلیس سے بدتر انسان پر ساری دنیا کی لعنتیں پڑتی ہیں اور پڑتی رہیں گی ، اسی طرح جس دن کسی احمدی کے دل میں یہ خیال پیدا ہؤا کہ اب جدوجہد کی ضرورت نہیں وہ اسلام کی دوبارہ موت کا موجب ہوگا ۔ اور ابلیسوں کی ایک اور نسل کیلئے بمنزلہ آدم کے ہوگا اور قیامت تک اُس پر لعنتیں پڑتی رہیں گی ۔ پس یہ خیالات دل سے نکال دو کہ یہ قربانیاں ایک دو سال کے بعد ختم ہو جائیں گی ۔ میرے منہ کی طرف مت دیکھو کہ میں ایک فانی وجود ہوں ۔ اپنے خدا کی طرف دیکھو جو ہمیشہ رہنے والا ہے ۔ جس طرح خدا نے تمہیں دائمی زندگی دی ہے اسی طرح تمہاری قربانیاں دائمی ہونی چاہئیں ۔ دائمی زندگی کے تم بھی مستحق ہو سکتے ہو جب تم دائمی قربانی کے لئے تیار رہو ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آریوں کے ایک اعتراض کا یہی جواب دیا ہے ۔ آریوں کا اعتراض ہے کہ انسان کے اعمال محدود ہیں پھر ان محدود اعمال کے نتیجہ میں دائمی اور ابدی انعام کس طرح مل سکتا ہے ؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ بیشک انسانی اعمال محدود ہیں لیکن ان کے محدود رہنے کی وجہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو مار دیا ورنہ مؤمن کب اپنے اعمال کو محدود کرنا چاہتا ہے وہ تو ہمیشہ کی قربانی کے لئے تیار ہوتا ہے ۔ پس جب اس کی نیت غیر محدود تھی اور وہ ہمیشہ کے لئے نیک اعمال بجالانے کی نیت کر چکا تھا اور غیر معمولی قربانی کے لئے تیار تھا موت اپنے لئے وہ خود نہیں لایا بلکہ خدا نے اسے موت دے دی ۔ تو غیر محدود قربانی کی نیت رکھتے ہوئے وہ غیر محدود جزا کا مستحق کیوں نہ ہو ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل مؤمن وہی ہے جو غیر محدود قربانی کے لئے تیار رہے ۔ جو مڑ مڑ کر پیچھے دیکھتا ہے کہ ٹھہرنے کا حکم ہؤا ہے یا نہیں وہ کس طرح اپنے آپکو دائمی زندگی کا مستحق قرار دے سکتا ۔ اس کی زندگی تو ایسی ہی ہے جیسے حدیثوں میں آتا ہے کہ قیامت کو بعض جانوروں کو بھی موقع دے دیا جائے گا کہ تھوڑی دیر تک کلیلیں کر لیں ۔

پس مَیں اس تحریک کے متعلق پھر یہ اعلان کر دیتا ہوں کہ جو اس میں میری خاطر شریک ہونا چاہتے ہیں اور اسے محدود خیال کرتے ہیں بہتر ہے کہ وہ آج ہی علیحدہ ہو جائیں ۔ کیونکہ میں ایک

غریب اور کمزور انسان ہوں مجھ میں ان کا بدلہ دینے کی طاقت نہیں اور ان کی قربانی دین کے لئے برکت کا موجب ہرگز نہیں ہوسکتی۔ پس وہ شامل نہ ہوں تو اچھا ہے۔ صرف وہی لوگ شامل ہوں جو خدا تعالیٰ کے لئے قربانی کرنا چاہتے ہیں اور جو تیار ہوں کہ اسے غیر محدود عرصہ تک جاری رکھیں گے میری وجہ سے کوئی اس میں حصہ نہ لے۔ کیا پتہ کہ میں کل تک بھی زندہ رہ سکوں یا نہ۔ بلکہ شام تک کا بھی علم نہیں۔ میری وجہ سے شامل ہونے والوں کی قربانی دیر پا نہیں ہوسکتی۔ قربانی اُسی کی مفید ہوسکتی ہے جو اپنے آپ کو ابدی قربانی کے لئے پیش کرے۔ قربانی کی تعیین اس کے ذہن میں بے شک نہ ہو اور یہ تو میرے ذہن میں بھی نہیں ممکن ہے کہ اگلے سال یہ قربانی نہ رہے یا مالی قربانی کی بجائے وطن یا رشتہ داروں یا جانوں کی قربانی کرنی پڑے۔ کسی کو کیا علم ہے کہ کل کو خدا تعالیٰ کی طرف سے کیا مطالبہ کیا جائے گا۔

پس جو شخص ایسی مستقل اور بے شرط قربانی کے لئے تیار ہے اُسی کی شمولیت ہمارے لئے برکت کا موجب ہوسکتی ہے لیکن جو یہ خیال کرتا ہے کہ آج دے لو کل آرام کریں گے وہ خواہ دس لاکھ روپیہ بھی دے دے وہ ہمارے لئے برکت کا موجب نہیں ہوگا۔ اس سال کی قربانی کے لئے میں پھر یہ شرط لگاتا ہوں کہ کسی کو مجبور کر کے وعدہ نہ لیا جائے اور وہی لیا جائے جو کوئی خود دیتا ہے۔ اگر تم سمجھتے ہو ایک شخص سَو روپیہ دے سکتا ہے مگر وہ صرف پانچ دیتا ہے تو اُسے کچھ مت کہو۔ یہ چندہ ماہوار چندوں کی طرح نہیں ہے کہ ہر شخص لازماً ایک آنہ فی روپیہ دے۔ سوائے اِس کے کہ جو نہ دینے کے لئے باقاعدہ اجازت حاصل کرے۔ صرف آواز پہنچا دو پھر لاکھ دینے کی استطاعت رکھنے والا بھی اگر دس روپیہ دیتا ہے تو اُسے یہ نہ کہو کہ زیادہ دے۔ تمہارا کام صرف یہ ہے کہ کوئی احمدی ایسا نہ رہے جس تک یہ آواز نہ پہنچ جائے۔ عورت مرد بیکار، باکار، بوڑھا، جوان، بچہ ہر ایک تک یہ آواز پہنچا دو لیکن یہ مت کہو کہ ضرور دے اور پھر بار بار مانگ کر اُسے شرمندہ مت کرو کیونکہ اس سے تم کام کی برکت کو کھو دیتے ہو۔ یاد رکھو برکت اطاعت سے ہوتی ہے اور اس چندہ کے متعلق اطاعت یہی ہے پچھلے سال بھی میں نے یہی نصیحت کی تھی اور اب بھی کرتا ہوں کہ وعدہ لکھا کر بھی اگر کوئی سُستی کرتا ہے تو اسے ایک دو بار یاددہانی کرا دو لیکن پیچھے نہ پڑ جاؤ۔ ہندوستان کی جماعتوں کے لئے اس چندہ کی آخری تاریخ مَیں ۱۵ ؍جنوری مقرر کرتا ہوں لیکن چونکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ۱۵ جنوری کو پوسٹ کیا ہوا خط

وغیرہ اگلے روز نکلتا ہے اس لئے جن پر ۱۶ کی مہر ہوگی وہ وعدے بھی لے لئے جائیں گے لیکن اس کے بعد کا کوئی وعدہ قبول نہیں کیا جائے گا اور نہ کوئی چندہ لیا جائے گا۔ وصولی کی مدت وہی ایک سال ہوگی۔ گزشتہ سال کے وعدے جو تیس نومبر تک ادا کر دیتا ہے وہ اسے پورا کرنے والا ہے۔ لیکن جو دیر کرتا ہے سوائے اِس کے کہ وہ اجازت حاصل کر چکا ہو، اُس سے پھر چندہ نہیں مانگا جائے گا ہاں اگر اُس کے دل میں خود ہی ندامت محسوس ہو اور وہ آپ ہی آپ دے دے تو چونکہ توبہ کا دروازہ بند نہیں اس لئے ہم اسے روک نہیں سکتے ۔ ہندوستان کے بعض حصے ایسے ہیں جہاں تحریک جلد نہیں پہنچ سکتی کیونکہ ان لوگوں کی زبان مختلف ہے۔ مثلاً بنگال اور مدراس کے علاقے ہیں ان کے لئے میں تیس مارچ کی تاریخ مقرر کرتا ہوں یعنی ۳۱ مارچ یا یکم اپریل کی مہر جن وعدوں پر ہوگی وہ لئے جائیں گے اس کے بعد کے نہیں ۔ غیر ممالک کی ہندوستانی جماعتوں کے لئے بھی یہی تاریخ ہے اس عرصہ میں ان تک یہ تحریک بخوبی پہنچ سکتی ہے ہاں غیر ہندوستانی ، غیر ملکی جماعتوں کے لئے چونکہ نہ صرف فاصلہ کی بلکہ زبان کی بھی دِقّت ہے اس لئے اُن کے واسطے آخری تاریخ ۳۰ جون ہے۔ جیسے انگلستان ، امریکہ ، سماٹرا وغیرہ میں جماعتیں ہیں۔ اسی طرح چندہ کی وصولی کی مدت ۳۰ جون تک کی میعاد والوں کے لئے ۳۰ رجنوری ۱۹۳۷ء تک ہوگی ۔ ۱۵ رجنوری تک والوں کیلئے ۳۰ نومبر ۱۹۳۷ء اور ۳۰ مارچ والوں کیلئے یکم اپریل ۱۹۳۷ء تک مگر یاد رکھو کہ نیکی جتنی جلدی کی جائے اتنا ہی ثواب زیادہ ہوتا ہے۔

یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ یہ خیال کر لیتے ہیں کہ آخر میں دیں گے ، بعض اوقات وہ دے ہی نہیں سکتے ۔ بعض نے مجھے خطوط لکھے ہیں کہ ہم نے خیال کیا تھا کہ بعد میں دے دیں گے مگر بدبختی سے ملازمت جاتی رہی یا آمد کے دوسرے ذرائع بند ہو گئے ۔ پس یہ مت خیال کرو کہ سال کے آخر تک دے دیں گے جو لوگ آخر وقت نماز ادا کرنے کے عادی ہوتے ہیں وہ بھول بھی جاتے ہیں پس پہلے دینے کا ثواب زیادہ ہوتا ہے۔ جو شخص آج دیتا ہے وہ اگلے دسمبر میں دینے والے سے گیارہ ماہ قبل کا ثواب حاصل کرتا ہے ۔ ایک دن کا ثواب بھی معمولی چیز نہیں کہ اسے چھوڑا جا سکے ۔ جو لوگ ایک دن کی ملازمت میں پہلے داخل ہوتے ہیں وہ ساری عمر سینئر رہتے ہیں ۔ اسی طرح یہ سمجھ لو کہ خدا کے انعام پہلے اُس پر ہوں گے جو پہلے شامل ہوتا ہے سوائے کسی ایسی مجبوری کے جو خدا کے ہاں بھی مجبوری ہو لیکن وہ مجبوری نہیں جو انسان خود قرار دے لے۔

اس کے بعد میں امانت فنڈ کی طرف احباب کو توجہ دلاتا ہوں ۔ پچھلے سال بھی میں نے اس کے متعلق توجہ دلائی تھی مگر احباب نے اتنی توجہ نہیں کی جتنی کرنی چاہیئے تھی ۔ اس فنڈ میں ساڑھے پانچ ہزار ماہوار کے قریب روپیہ آتا ہے ۔ میں نے بتایا تھا کہ یہ چیز چندے سے کم اہمیت نہیں رکھتی ۔ اور پھر اِس میں یہ سہولت ہے کہ اس طرح تم پس انداز کرسکو گے ۔ مؤمن کے لئے ضروری ہے کہ وہ کچھ نہ کچھ پس انداز بھی کرتا رہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت خلیفہ اول کو لکھا تھا کہ اپنی آمدنی کا کم سے کم 1/4 حصہ جمع کرتے رہو (صحیح نسبت مجھے اِس وقت یاد نہیں 1/4 یا 1/3 لکھا تھا) کیونکہ جب پس انداز نہ کرو گے ثواب سے محروم رہو گے ۔ پس مؤمن کو چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کے دین کی خاطر قربانی کرسکنے کی نیت سے کچھ نہ کچھ پس انداز کرتا رہے ۔ اگر وہ خدا تعالیٰ کے لئے جائداد بڑھاتا ہے تو وہ دنیا دار نہیں کہلا سکتا ۔ جو شخص دن میں چھ کی بجائے دس گھنٹے اس لیے کام کرتا ہے کہ دین کی خدمت زیادہ کرسکے اُسے دنیا دار کون کہہ سکتا ہے وہ تو پکّا دیندار ہے ۔ اسی طرح جو دین کی خاطر روپیہ جمع کرتا ہے اُسے تم بخیل نہیں کہہ سکتے ۔ جو شخص آواز آنے پر بھی مال حاضر نہیں کرتا، وہ بے شک دنیا دار کہلا سکتا ہے ۔ جیسے رسول کریم ﷺ سے ایک شخص نے مالدار ہونے کے لئے دعا کرائی مگر پھر زکوٰۃ کے لئے آپ نے کسی کو اُس کے پاس بھیجا تو کہہ دیا کہ ہم خود اپنے اخراجات چلائیں یا زکوٰۃ دیں ۔[1] لیکن اگر کوئی شخص اپنے عمل سے ثابت کر دیتا ہے کہ اس کے پاس جتنی جائداد ہے اتنی ہی قربانی کی روح اُس کے اندر موجود ہے تو اُس کا جائداد پیدا کرنا بھی دین کی خدمت ہے اور اُس کا دنیا کمانے میں وقت لگانا نماز سے کم نہیں ۔ پس جو شخص امانت فنڈ میں اس لئے روپیہ جمع کراتا ہے کہ اس عرصہ میں نیت کا ثواب حاصل کرتا رہے اور جائداد پیدا ہو جانے یا رقم جمع ہو جانے کے بعد خدمتِ دین میں زیادہ حصہ لینے کے قابل ہو سکے وہ دنیا دار نہیں ۔ اس لئے جو شخص ایک روپیہ تک بھی اس میں حصہ لے سکتا ہے، اسے ضرور لینا چاہیئے اور کوشش کرو کہ یہ رقم اور بڑھے ۔ میں نے پچھلے سال دس ہزار تک کہا تھا پس کوشش کرو کہ یہ دس ہزار تک پہنچ جائے بلکہ لاکھوں تک بڑھ جائے اس میں تمہارا اپنا بھی فائدہ ہے اور دین کی شوکت میں بھی اِس سے اضافہ ہوتا ہے ۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ چندہ نہیں اور نہ چندہ میں وضع کیا جا سکتا ہے ۔ بعض لوگ اب مجھے لکھ رہے ہیں کہ ہم نے جو روپیہ جمع کرا رکھا ہے وہ تحریک جدید کے چندہ میں وضع کرلیا جائے لیکن یہ نہیں ہوسکتا یہ برابر تین سال تک چلے

گا۔ جو آج اس میں شامل ہوگا اُس کے لئے بھی تین سال تک جاری رہے گا۔ سوائے اسکے کہ (خدا نخواستہ) اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی کے لئے ایسے حالات پیدا ہوجائیں کہ وہ شامل نہ رہ سکے اور پھر تین سال کے بعد بھی بہرحال یہ رقم واپس لینی ہوگی چندہ میں نہیں دی جاسکے گی۔ ہاں یہ مقررہ کمیٹی کا اختیار ہوگا کہ خواہ نقد روپیہ دے یا جائداد کی صورت میں لیکن چوتھے سال بہرحال جو شخص امانت فنڈ کو ختم کرنا چاہے اُسے یہ رقم واپس دی جائے گی۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی شخص رقم یا جائداد پر قبضہ کر کے خود اپنی خوشی سے اسے چندہ میں دے دے۔ مگر امانت جمع کرانے والے کے قبضہ میں آنے سے پہلے اسکی خواہش کے باوجود بھی اسے چندہ میں قبول نہ کیا جائیگا۔ کیونکہ قبضہ میں آنے کے بعد بھی انسان کی نیت بدل جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کا ایک لطیفہ مجھے یاد ہے۔ آپ کے ایک پرانے صحابی حکیم فضل الدین صاحب تھے آجکل کے نوجوان تو شاید اُن سے واقف نہ ہوں ۔اُن کے تعارف کے لئے بتاتا ہوں کہ وہ بہت پرانے اور مخلص صحابی تھے۔ حضرت خلیفہ اول کے دوست تھے اور انکے ساتھ ہی یہاں آگئے۔ اُن کی دو بیویاں قادیان آنے سے پہلے کی تھیں۔ ایک شادی انہوں نے قادیان آکر کی۔ پہلی بیویوں کے متعلق انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ذکر کیا کہ اُن کا مہر پانچ پانچ سَو تھا جو اُنہوں نے معاف کر دیا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ یہ معافی نہیں۔ آپ ان کی جھولی میں ڈال دیں اور پھر اگر وہ لَوٹا دیں تو معافی کہلائے گی۔ انہوں نے کہا کہ حضور! وہ ہمیشہ یہ کہتی رہتی ہیں کہ ہم نے معاف کیا۔ حضور نے فرمایا اس طرح کی معافی کوئی معنے نہیں رکھتی ہمارے ملک کی عورتیں جب دیکھتی ہیں کہ مہر وصول تو ہوگا نہیں تو پھر وہ یہ خیال کر کے کہ احسان ہی کیوں نہ کر دیں کہہ دیتی ہیں کہ معاف کیا۔ اس پر حکیم صاحب مرحوم نے حضرت خلیفہ اول یا کسی اور سے قرض لے کر اُن کی جھولی میں پانچ پانچ سَو روپیہ ڈال دیا اور کہا تم دونوں نے مجھے معاف تو پہلے سے ہی کر دیا ہؤا ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ پہلے انکی جھولی میں روپیہ ڈال دو پھر وہ معاف کرنا چاہیں تو کر سکتی ہیں۔ اس لئے میں نے روپیہ تم کو دے دیا ہے۔ اب تم اگر چاہو تو یہ روپیہ مجھے دے سکتی ہو اس پر انہوں نے کہا کہ اب تو ہم واپس نہیں کریں گی۔ ہم تو یہ سمجھتی تھیں کہ مہر کوئی دیتا تو ہے نہیں چلو معاف ہی کر دیں۔

تو بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ قادیان میں جو کچھ دیا جائے وہ چندہ ہی ہے۔ اسے واپس کیا لینا ہے

مگر مَیں یہ روح پیدا کرنا نہیں چاہتا اس لئے یہ روپیہ بہرحال واپس ہوگا۔ اس کے بعد اگر کوئی دیتا ہے تو ہم اسے روک نہیں سکتے لیکن اس تحریک میں کوئی جس وقت سے شامل ہوو ہیں سے اُس کے تین سال شروع ہونگے۔ اور یہ فنڈ سلسلہ کی عظمت وشوکت اور مالی حالت کی مضبوطی کے لئے جاری رہے گا اور اس کی طرف جماعت کی مزید توجہ بلکہ بہت بڑی توجہ کی ضرورت ہے۔

پچھلے سال میں نے وقف کی بھی تحریک کی تھی۔ اِس پر سینکڑوں نوجوانوں نے اپنے نام دیئے۔ مگر ان میں سے بہت سے تھے جن کی خدمات سے فائدہ نہیں اُٹھایا جا سکا اور بعض جن سے ہم نے فائدہ اُٹھانا چاہا اُن میں دینی لحاظ سے بہت کمزوری دیکھی گئی۔ دینی تعلیم بہت کم تھی حتّٰی کہ بعض قرآن شریف کے ترجمہ سے ناواقف تھے۔ اس پر مجھے بہت فکر ہوئی کہ جو لوگ قرآن کریم کا ترجمہ تک نہیں جانتے وہ اسلام کی روح کو کس طرح سمجھ سکتے ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی کہ مجھے اس طرح علم ہوگیا۔ چند آیات یا سورتوں کا جاننا کافی نہیں۔ ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ سارے قرآن کا ترجمہ اور کچھ نہ کچھ حدیث بھی جانتا ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔ دینی علوم کے مطالعہ میں دو قوموں کو خاص سہولتیں حاصل ہیں۔ اہل عرب کو قرآن و حدیث سمجھنے کی اور ہندوستانیوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے سمجھنے کی۔ باقی تمام ممالک پر دُہرا بوجھ ہے اور انہیں اپنی ملکی زبان کے علاوہ دین کو سمجھنے کے لئے دو غیر ملکی زبانیں سیکھنی پڑتی ہیں۔ ہمارے لئے یہ بہت بڑی سہولت ہے گویا ہمارا کام آدھا ہوگیا۔ دین کی مکمل تشریح اردو میں ہے اور اصل دین عربی میں، یہ بہت بڑی سہولت ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوئی ہے۔ پس چاہئے کہ اس کی قدر کرو اور کوشش کرو کہ تم میں سے کوئی بھی ایسا نہ رہے جسے کم از کم قرآن کریم کا ترجمہ نہ آتا ہو۔ یہ کوئی مشکل نہیں جب کسی کام کا ارادہ کرلیا جائے تو کوئی مشکل نہیں رہتی۔ صرف ضرورت اِس امر کی ہے کہ قربانی کے کام کو عارضی مت سمجھو اور جب یہ نقطہ نگاہ ہو جائیگا تو کوئی کام بھی مشکل نہ رہے گا۔ خیر یہ تو ایک ضمنی بات تھی۔ اس موقع پر میں یہ کہہ رہا تھا کہ وقف کی تحریک مَیں اِس سال پھر کرتا ہوں۔ پچھلی لسٹیں بھی ابھی ہیں ان میں سے بھی دیکھ لئے جائیں گے لیکن اس عرصہ میں کئی نئے گریجوایٹ بنے اور مولوی فاضل، میٹرک کے امتحانات پاس کر چکے ہیں۔ کئی ڈاکٹری پاس کر کے فارغ ہیں اِس لئے انہیں موقع دینے کے لئے پھر اس تحریک کا اعلان کرتا ہوں۔

گزشتہ سال کی طرح اس سال بھی غیر ممالک میں آدمی بھیجے جائیں گے۔ کچھ عرصہ ان کو الاؤنس دیا جائے گا تا وہ زبان سیکھ سکیں اور اپنے لئے کام پیدا کرسکیں۔ اس کے بعد جب تک ان کے پاس روپیہ نہ ہو صرف ڈاک کا خرچ دیا جائے گا اور جب خدا تعالیٰ انہیں روپیہ دے دے تو یہ بھی نہیں دیا جائے گا۔ بعض ممالک میں تین چار، بعض میں پانچ چھ، بعض میں آٹھ نو مہینے کام مہیا ہونے اور زبان سیکھنے پر لگتے ہیں اس عرصہ میں انہیں قلیل ترین گذارہ دیا جائے گا۔ اس تحریک کے ماتحت اِس وقت تک پانچ نوجوان غیر ممالک میں جاچکے ہیں۔ اور آٹھ نو تیار ہیں جنہیں قرآن کریم اور دینی تعلیم دی جارہی ہے۔ انہیں پچھلے سال کی تحریک کے ماتحت روانہ کردیا جائے گا۔ اور اِس سال کے لئے اَور نوجوان درکار ہیں۔ ایک ڈاکٹر کو بھی باہر بھیجا گیا ہے اور تجربہ سے معلوم ہؤا ہے کہ ڈاکٹر اور حکیم بہت زیادہ کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح پیشہ ور لوگ بھی مفید ہو سکتے ہیں۔ اچھے لوہار دنیا کے ہر علاقہ میں خصوصاً آزاد ملکوں میں جہاں ہتھیار وغیرہ بنتے ہوں بہت کامیاب ہو سکتے ہیں۔ چین اور افریقہ کے کئی علاقوں میں ان کی بہت قدر ہوسکتی ہے۔ عرب میں نہیں کیونکہ وہاں کے لوگ تلوار بنانے میں ماہر ہیں۔ اسی طرح ڈرائیوری جاننے والوں کے لئے ابھی کافی گنجائش ہوسکتی ہے۔ کسی ملک میں پہنچ کر کوئی سیکنڈ ہینڈ لاری یا موٹر لے کر فوراً کام شروع کیا جاسکتا ہے۔ بی۔اے مولوی فاضل اور میٹرک پاس بھی کام دے سکتے ہیں۔ ضرورت صرف اِس امر کی ہے کہ وہ ہاتھ سے کام کرنے کے لئے تیار ہوں۔ پھیری کے ذریعہ پہلے دن ہی روزی کمائی جاسکتی ہے۔ ہم تو کچھ مدد بھی دیتے ہیں لیکن ہمت کرنے والے نوجوان تو بغیر مدد کے بھی کام چلا سکتے ہیں۔ تم میں سے ایک نوجوان نے گزشتہ سال میری تحریک کو سنا۔ وہ ضلع سرگودھا کا باشندہ ہے۔ وہ نوجوان بغیر پاسپورٹ کے ہی افغانستان جا پہنچا اور وہاں تبلیغ شروع کر دی۔ حکومت نے اسے گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا تو وہاں قیدیوں اور افسروں کو تبلیغ کرنے لگا اور وہاں کے احمدیوں کو بھی وہیں واقفیت بہم پہنچائی۔ اور بعض لوگوں پر اثر ڈال لیا۔ آخر افسروں نے رپورٹ کی کہ یہ تو قیدیوں میں بھی اثر پیدا کررہا ہے مُلّانوں نے بھی قتل کا فتویٰ دیا۔ مگر وزیر نے کہا کہ یہ انگریزی رعایا ہے اسے ہم قتل نہیں کر سکتے۔ آخر حکومت نے اپنی حفاظت میں اسے ہندوستان پہنچا دیا۔ اب وہ کئی ماہ کے بعد واپس آیا ہے اُس کی ہمت کا یہ حال ہے کہ جب میں نے اسے کہا کہ تم نے غلطی کی اور بہت ممالک تھے جہاں تم جاسکتے تھے اور وہاں گرفتاری

کے بغیر تبلیغ کر سکتے تھے تو وہ فوراً بول اُٹھا کہ اب آپ کوئی جگہ بتا دیں مَیں وہاں چلا جاؤں گا۔اس نوجوان کی والدہ زندہ ہے لیکن وہ اس کے لئے بھی تیار تھا کہ بغیر والدہ کو ملے دوسرے کسی ملک کی طرف روانہ ہو جائے مگر میرے کہنے پر وہ والدہ کو ملنے جا رہا ہے۔اگر دوسرے نوجوان بھی اس پنجابی کی طرح جو افغانستان سے آیا ہے ہمت کریں تو تھوڑے ہی عرصہ میں دنیا کی کایا پلٹ سکتی ہے۔روپیہ کے ساتھ مشن قائم نہیں ہوتے۔اِس وقت جو ایک دو مشن ہیں اُن پر ہی اس قدر روپیہ خرچ ہو رہا ہے کہ اور کوئی مشن نہیں کھولا جا سکتا۔لیکن اگر ایسے چند ایک نوجوان پیدا ہو جائیں تو ایک دو سال میں ہی اتنی تبلیغ ہو سکتی ہے کہ دنیا میں دھاک بیٹھ جائے اور دنیا سمجھ لے کہ یہ ایک ایسا سیلاب ہے جس کا رُکنا محال ہے۔مغل قوم جس ملک سے آئی وہاں غربت بہت تھی۔یہ لوگ عام طور پر شکار پر گزارہ کرتے تھے۔اُن میں سے چند لوگ باہر نکلے تو دولت دیکھی اور واپس آ کر شور مچا دیا کہ دنیا میں اس قدر دولت ہے اور تم بھوکے مر رہے ہو۔یہ لوگ دولت کی خاطر اپنے ملک سے نکلے اور فرانس سے لے کر چین کی حدوں تک حکومت کی اور وہ لوگ جو بالکل وحشی تھے ایک صدی کے اندر اندر بادشاہ بن گئے۔یہ اسلام سے پہلے کی بات ہے۔اسلام نے آ کر ان کی اَور بھی کایا پلٹ دی۔

باتھو خان ایک پُرانے مغل فرمانروا کے متعلق انگریزی مؤرخین گبن وغیرہ نے لکھا ہے۔کہ وہ جب یورپ فتح کر رہا تھا تو یورپ کے سارے بادشاہ اکٹھے ہو کر ڈینیوب کے کنارے اُسے ملے اور کہا کہ ہمارے بچے یتیم اور بیویاں بیوہ ہو جائیں گی آپ رحم کریں اور واپس چلے جائیں۔

اسی طرح قبلئی خان نے چین کو فتح کیا اور جاپان پر حملہ کیا مگر فتح اِس واسطے نہ کر سکا کہ ساحل پر طوفان آ گیا اور بیڑے کا ایک حصہ غرق ہو گیا اور ایک حصہ کو ہوائیں چین کی طرف دھکیل لائیں۔ تاہم اُس کا رُعب اتنا ہؤا کہ جاپان کی عورتیں مغربی علاقہ میں باوجود اِس کے کہ اِس حملہ کو چار پانچ سَو سال کا عرصہ ہو چکا ہے آج بھی اپنے بچوں کو اُس کا نام لے کر ڈراتی ہیں یہ وہ لوگ تھے جو روٹی کی خاطر گھروں سے نکلے۔تو کیا میں اپنے نوجوانوں سے اتنا مایوس ہو جاؤں کہ وہ دین کی خاطر بھی باہر نہیں نکل سکتے؟ اگر ارادہ کر لو تو تم اتنے عظیم الشان کام کر سکتے ہو کہ دنیا تمہارے سامنے ہتھیار ڈال دے۔مؤمن کو صرف ارادہ کی ضرورت ہوتی ہے جس دن وہ ارادہ کر لے اُسی دن مال، دولت، عزت سب خود درخواستیں کرتی ہیں کہ ہمیں قبول کیا جائے اصل چیز رضائے الٰہی ہے اور اِسی سے

زندگی ملتی ہے۔ یہ دنیا سب ویران اور سنسان پڑی ہے گو تمہیں یہ آباد نظر آتی ہے مگر خدا کی نظروں میں ویران ہے۔تم دہلی، لاہور اور دوسرے شہروں میں جاتے ہو تو سمجھتے ہو کہ یہ شہر آباد ہیں اور تم زندوں میں پھر رہے ہو مگر تمہاری آنکھیں دھوکا کھا رہی ہوتی ہیں۔ وہ زندہ نہیں مُردہ ہیں کیونکہ خدا کا نام اُن میں نہیں۔ جب تم خدا کا نام وہاں پہنچا دو گے تب اُن کو زندگی ملے گی۔ وہ شہر آباد ہوں گے اور تم اُن کے آدم ہو گے پس نوجوان ہمت کریں اور باہر نکلیں۔تم میں سے ایک نوجون افغانستان ہو آیا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ تم وہ کام نہ کرسکو جو تمہارا ایک بھائی کر آیا ہے۔ وہ یہاں متفرق کلاس کا طالب علم تھا اور مجھے یا کسی کو اطلاع دیئے بغیر نکل کھڑا ہوا اور اب واپسی پر اُس کا ذکر کیا ہے۔ جب اُس نے یہ کام کیا تو کیا تم میں سے بعض اس سے بھی بڑے کام نہیں کر سکتے ؟ ڈاکٹر اور حکیم بہت کام کر سکتے ہیں۔ہم نے ایک ڈاکٹر کو بھیجا ہے اور اُس کا کام بہت اچھی طرح چلنے کی امید ہے کیونکہ ہمیں جو اطلاع آئی تھی اُس میں لکھا تھا کہ ڈاکٹر آنکھ کی بیماریوں کا علاج جانتا ہو تو اسے یہاں جلد قبولیت حاصل ہو سکتی ہے اور چونکہ یہ نوجوان یہ کام جانتا ہے اس لئے خیال کیا جاتا ہے کہ وہ بہت جلد وہاں عزت اور رُتبہ حاصل کرلے گا اور شہر کے معززین میں رسوخ حاصل کر سکے گا تو طب پڑھے ہوئے بہت اچھا کام کر سکتے ہیں ضرورت صرف حوصلہ کی ہے مگر افسوس کہ بعض وہ لوگ جن کو میں نے منتخب کیا حوصلہ مند نہیں ثابت ہوئے۔ سٹریٹ سیٹلمنٹس میں تین نوجوانوں کو بھیجا گیا ان میں سے دو اس طرح وہاں جا کر غائب ہو گئے ہیں کہ گویا کبھی تھے ہی نہیں۔ بہرحال وہاں تین احمدی پہنچ چکے ہیں اور چاہے وہ کاروبار میں ہی پھنس گئے ہوں اور اس جوش سے تبلیغ نہ کرتے ہوں اور اپنی رپورٹوں کو اس طرح قائم نہ رکھ رہے ہوں مگر پھر بھی ان کے ذریعہ احمدیت کا نام تو ضرور پھیل رہا ہے۔ان سے ملنے والوں میں ہی احمدیت پھیلے گی اور بعض خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ پھیل رہی ہے۔ اور احمدیت تو کوئی ایسی چیز نہیں کہ ایک دفعہ دل میں گڑ کر پھر نکل سکے۔اس لئے وہ گو اتنا جوش نہ دکھائیں پھر بھی کامیابی کی بہت امید ہے۔اس طرح رقم بھی بہت تھوڑی خرچ ہوتی ہے سال بھر کیلئے ایک مبلّغ بھیجنے پر اڑھائی تین ہزار کا خرچ ہوتا ہے اور اُن کے بھیجنے پر تین چار سَو سے زیادہ نہیں ہوا۔ اور وہ کچھ نہ کچھ کام کر رہے ہیں اگر کسی وقت اللہ تعالیٰ جوش پیدا کر دے تو اور زیادہ کامیابی کی امید ہے ورنہ خدا تعالیٰ مقامی لوگوں میں سے ہی ان کے ذریعہ کوئی اچھا کام کرنے والا آدمی پیدا کر دے گا۔

میں نوجوانوں کو پھر نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے اندر وسعتِ نظر اور بلند ہمتی پیدا کرو۔ دیکھو! انگریز کس طرح دنیا میں پھیل گئے ہیں۔ کسی وقت وہ ایسے ہی کمزور تھے جیسے آج ہم ہیں۔ یہاں کے لوگ اِس بات سے چڑتے ہیں کہ انگریز غیر ملک سے آ کر یہاں حکومت کرتے ہیں مگر میں کہتا ہوں اعتراض کرنے والے کیوں نہ ان کے ملک چلے گئے۔ انگریز اب چار کروڑ ہیں مگر اُس وقت صرف کروڑ ڈیڑھ کروڑ ہی تھے مگر تم ۳۳ کروڑ تھے اور باہر نہ نکل سکے۔ تمہیں کس نے روکا تھا کہ باہر نکلو۔ خدا کا قانون یہی ہے کہ جو دنیا کے لئے باہر نکلتا ہے خدا اُس کے آگے دنیا کو ڈال دیتا ہے اور دنیا کی حکومت اُسے عطا کر دیتا ہے اور اسی طرح جو دین کے لئے باہر نکلتا ہے اُسے دین کی حکومت عطا کر دیتا ہے۔ انگریز دنیا کے لئے باہر نکلے خدا تعالیٰ نے دنیا انہیں دی تم دین کے لئے نکلو گے تو خدا تمہیں دین عطا کرے گا۔

میں نے افسوس کے ساتھ دیکھا ہے کہ مبلّغین کلاس کے سوا باقی مدرسہ احمدیہ اور مولوی فاضل کلاس کے طلباء دینی تعلیم سے بہت کم واقف تھے انہیں دَورانِ تعلیم باہر بھیجتے رہنا چاہئے تا وہ مطالعہ وسیع کریں اور واقفیت بڑھے۔ شعبہ تعلیم کو مَیں توجہ دلاتا ہوں کہ خالی مولوی فاضل کسی کام کے نہیں اور وہ ہر جگہ ناکام ہوں گے۔ یہ کوئی عذر نہیں کہ امتحان کی تیاری کراتے ہو اِس تیاری کے ساتھ ہی دینی تعلیم ہونی چاہئے۔ مدرسہ احمدیہ اور مولوی فاضل کلاس کے بعض طالب علم دینی تعلیم میں بہت کچے ثابت ہوئے بلکہ بعض ہائی سکول کے طلباء ان سے زیادہ واقف تھے پس ایسا انتظام کیا جائے کہ ہر لڑکا ہر مہینہ میں ایک تقریر ضرور باہر جا کر کرے۔ اس سے ان کا علم بڑھے گا اور دماغ میں روشنی پیدا ہو گی۔

اب میں پھر اصل سوال کی طرف لوٹتا ہوں میں نے ذکر کیا تھا کہ اس سال بھی وقف کرنے والے آدمیوں کی ضرورت ہے گزشتہ سال کے کاموں کے علاوہ بعض اور کام بھی میرے مدنظر ہیں۔ مثلاً میرا ارادہ ہے کہ اِس سال کی تحریک میں بیکاری کو دور کرنا بھی شامل کر لیا جائے اِس وقت غریب اور بیکار لوگوں کو مدد دی جاتی ہے میں چاہتا ہوں کہ آئندہ ان کو کام پر لگایا جائے۔ ہماری آمد کا بہت سا حصہ تو تبلیغ پر صَرف ہوتا ہے، کچھ تعلیم پر، کچھ مرکز کے کارکنوں پر اور اسی طرح لنگر خانہ پر بھی۔ سالانہ جلسہ کے اخراجات کو ملا کر ۲۵، ۲۶ ہزار روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ اس کے بعد غرباء کی امداد کے

لئے کم رقم بچتی ہے مگر پھر بھی تعلیمی وظائف وغیرہ ملا کر تیس، پینتیس ہزار کی رقم صَرف ہوتی ہے مگر اتنی بڑی جماعت کے لحاظ سے یہ پھر بھی کم رہتی ہے۔ اور کمی کی وجہ سے کئی لوگ تکلیف اُٹھاتے ہیں کئی شکوے بھی کرتے ہیں حالانکہ مؤمن کو شکوہ کبھی نہیں کرنا چاہئے۔ اسے چاہئے کہ بجائے دو روپے نہ مل سکنے کا شکوہ کرنے کے ایک جو ملا ہے اُس کا شکر کرے۔ بہرحال غرباء کو پوری امداد نہیں دی جاتی اور نہ دی جاسکتی ہے اور اِس کی وجہ قلتِ سرمایہ ہے پس اِس تکلیف کا اصل علاج یہی ہے کہ بیکاری کو دور کیا جائے۔ میں نے اس کے لئے ایک کمیٹی بھی بنائی تھی مگر اُس نے اپنا کام صرف یہی سمجھ رکھا ہے کہ درخواستوں پر امداد دیئے جانے کی سفارش کر دے حالانکہ یہ کام تو میں خود بھی آسانی سے کرسکتا تھا مگر غرباء چونکہ مجھ سے زیادہ ملتے اور اپنے حالات بیان کرتے رہتے ہیں اس لئے ان سے بہتر طور پر کرسکتا تھا پس امدادی رقم کی تقسیم کے لئے کسی امداد کی تو مجھے ضرورت نہیں۔ میری غرض تو یہ تھی کہ بیکاروں کے لئے کام مہیا کیا جائے اس لئے میرا ارادہ ہے کہ اس شعبہ کو بھی تحریک جدید میں ہی شامل کر دیا جائے اور اس کے لئے بھی ایک ایسے آدمی کی ضرورت ہوگی جو اپنے آپ کو غرباء کی امداد اور ان کے لئے کام مہیا کرنے کے لئے وقف کر دے یہ بھی مبلّغ سے کم ثواب کا کام نہیں۔ جو کام بھی سپرد کر دیا جائے وہی کرنا موجبِ ثواب ہے۔ اگر کسی شخص کو کسی جگہ مدرّس مقرر کر دیا جاتا ہے تو یہ نہیں کہ وہ ثواب میں مبلّغ سے کم رہے گا یا مثلاً بورڈنگ تحریک جدید کا انچارج ہے بوجہ اِس کے کہ اس کا کام دین کی خدمت کے لئے ایک نئی نسل پیدا کرنا ہے، یہ مبلّغ کے کام سے کم اہمیت نہیں رکھتا بلکہ اچھی طرح کیا جائے تو مبلّغ سے بھی زیادہ ثواب حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح غرباء کو کام پر لگانے میں امداد کرنا اور اس سلسلہ میں جو روپیہ اس کے سپرد کیا جائے اُسے ٹھیک طور پر استعمال کرنا کوئی کم ثواب کا موجب نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ اس میں ہزاروں غرباء کی دعائیں ملیں گی زیادہ ثواب کا موجب ہو سکتا ہے۔ پس وقف کنندگان کو اگر تعلیم پر یا کسی اور کام پر لگا دیا جائے تو انہیں یہ خیال نہیں کرنا چاہئے کہ ہمارا ثواب کہاں گیا؟ مثلاً میں نے ان میں سے ایک کو تحریک جدید کے بورڈنگ کا سپرنٹنڈنٹ بنایا ہے وہ اگر بچوں کی اصلاح اور تربیت کے لئے رات دن ایک کرے تو وہ سینکڑوں مبلّغوں میں چنندہ مبلّغ کے برابر ثواب حاصل کرسکتا ہے۔ امداد بیکاران کے متعلق میرا ارداہ یہ ہے کہ رأس المال کو خرچ نہ کیا جائے بلکہ بعض نفع مند کاموں پر روپیہ لگا کر جو نفع حاصل ہو وہ اس مد میں خرچ کیا جائے

اور بیکاروں کے لئے لوہار، ترکھان، چمڑے کا کام مثلاً اٹیچی کیس اور بوٹ وغیرہ بنانا سکھائے جانے کا انتظام کیا جائے۔ ہم سالانہ قادیان کے غرباء پر ۱۵ ہزار روپیہ کے قریب صرف کرتے ہیں۔ ۵ ہزار تو زکوٰۃ کا ہوتا ہے پھر کئی ایک کو لنگر خانہ سے روٹی دی جاتی ہے پھر دارالشیوخ کے طلباء ہیں جن کے لئے جمعہ کے روز آٹا جمع کیا جاتا ہے۔ عیدین کے موقع پر بھی کچھ روپیہ خرچ ہوتا ہے اور میں کچھ روپیہ اپنے پاس سے بھی خرچ کرتا ہوں اور یہ سب ملا کر تقریباً پندرہ ہزار ہو جاتا ہے اِس کی بجائے اگر ہم فی الحال پانچ ہزار بھی تجارتی کاموں پر لگا دیں تو اِس سے بہت زیادہ فوائد ہوں گے بیکاروں کے اندر کام سیکھنے کے بعد قربانی کی روح اور خود اعتمادی پیدا ہوگی اور مانگنے کی وجہ سے جو خست پیدا ہو جاتی ہے وہ دُور ہوگی۔ اور پانچ ہزار روپیہ سے ہم سَو دوسَو آدمی پال سکتے ہیں اور ایسے کام نکالے جائیں گے جن میں عورتیں اور نابینا اَشخاص بھی حصہ لے سکیں۔ مثلاً ٹوکریاں بنانا، چِکیں بنانا، آزار بند بنانا وغیرہ یہ ایسے کام ہیں جنہیں عورتیں بھی کر سکتی ہیں۔ اگر شروع میں ہمیں نقصان بھی ہو تو کوئی حرج نہیں مثلاً ہم نے دس ہزار خرچ کیا اور آٹھ ہزار کی آمد ہوئی تو پھر بھی ہم نفع میں رہے کیونکہ ان لوگوں کی اگر ہم روپیہ سے امداد کرتے تو غالباً پانچ ہزار سے کم خرچ نہ ہوتا۔ اگر اللہ تعالیٰ اِس سلسلہ میں برکت دے تو موجودہ بیکاروں کو کام پر لگانے کے بعد باہر بھی بیکاروں کو بلایا جا سکتا ہے اور اس طرح یہ کام قادیان کی ترقی کا موجب بھی ہو سکتا ہے پس اس کام کے لئے بھی ایک شخص کی ضرورت ہے جو حقیقی معنوں میں زندگی وقف کرنے والا ہو بعض لوگوں کو میں نے دیکھا ہے کہ تکلیف سے گھبرا جاتے ہیں یا کہیں زیادہ تنخواہ کی امید ہو تو چلے جاتے ہیں۔ بعض کام سے جی چراتے ہیں، بعض کام کے عادی نہیں ہوتے۔ حالانکہ وقف کے معنی یہ ہیں کہ سمجھ لیا جائے اب اسی کام میں موت ہوگی نہ دن کو آرام ہو نہ رات کو نیند آئے۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ حقیقی جوش سے کام کرنے والے کی نیند اکثر خراب ہو جایا کرتی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ کئی دفعہ چارپائی پر لیٹ کر کئی کئی گھنٹے فکر سے نیند نہیں آتی اور سلسلہ کے کاموں کے متعلق سوچنے اور فکر کرنے میں دماغ لگا رہتا ہے پس کام کرنے والے کے لئے نیند بھی نہیں ہوتی۔ قرآن کریم نے جو کہا ہے کہ مؤمن سوتے وقت بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہیں اس کا یہی مطلب ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے دین کی فکر میں ہی تھک کر سو جاتے ہیں اس لئے نیند میں بھی ان کا دماغ دین کے کام میں لگا رہتا ہے۔ پس وہ نوجوان آگے آئیں جو دین کے کام میں مرنا چاہیں۔ یہ غلطی ہے

کہ بعض لوگ چھ سات گھنٹے کام کرنے کو احسان سمجھ لیتے ہیں اور پھر ناکامی کو قسمت پر ڈال دیتے ہیں حالانکہ گستاخ اور بے ادب ہے وہ شخص جو سمجھتا ہے کہ ناکامی خدا کی طرف سے آتی ہے۔ خدا سے ہمیشہ کامیابی آتی ہے اور جو ناکامی کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی ہتک کرنے والا ہے پس جب تک کوئی یہ نہ سمجھے کہ ناکامی کا مَیں ذمہ دار ہوں وہ اپنے آپ کو وقف نہ کرے۔ میں نے دیکھا ہے کئی لوگ شکوہ کرتے ہیں کہ ناکامی ہوئی تو اس میں ہمارا کیا قصور ہے کیا کامیابی ہمارے اختیار میں ہے؟ لیکن ایسے خیالات سے قوم میں سُستی پیدا ہوتی ہے۔ یورپین قوموں میں ناکامی کے عذر کو قبول نہیں کیا جاتا اور جو ناکام ہوا اُسے علیحدہ کر دیا جاتا ہے کہ بس تم اس کام کے اہل نہیں۔ اس لئے تم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے کہ جو کام بھی اُس کے سپرد کیا جائے اُس میں کامیاب ہو کر دکھائے۔ دیکھو! زمینیں ہماری اچھی ہیں اور کثرت سے ہیں مگر ہمارے ہاں زمیندار اگر کوئی ملازم رکھیں تو اسے چند من غلّہ کے سوا کوئی اُجرت نہیں دے سکتے۔ مگر امریکہ والے زمیندار اپنے ملازموں کو دو دو سَو روپیہ تنخواہیں دیتے ہیں اور پھر وہ اتنا غلہ پیدا کرتے ہیں کہ ہمارے ملک کا دیوالہ نکال دیتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ پاگل ہو کر کام کرتے ہیں۔ میں نے لنڈن کی گلیوں میں کسی آدمی کو چلتے نہیں دیکھا۔ سب بھاگے پھرتے ہیں۔ جب میں وہاں تھا تو ایک دن مجھ سے حافظ روشن علی صاحب مرحوم نے پوچھا کہ کیا آپ نے یہاں کسی آدمی کو چلتے بھی دیکھا ہے؟ مَیں نے کہا کہ نہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا کسی قریبی کے مکان کو آگ لگی ہوئی ہے اور اسے بجھانے جا رہے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ تیزی سے وہ لوگ چلتے ہیں پس مجھے ایسے انسانوں کی ضرورت ہے جو خود پاگل ہوں اور دوسروں کو پاگل کر دیں۔ یہ اتنے بڑے ثواب کا کام ہے کہ ایسے شخص کا نام صدیوں تک زندہ رہ سکتا ہے اور اگر روپیہ آ جائے تو ایسے لوگوں کی خدمت کرنے سے بھی سلسلہ کو دریغ نہیں ہوسکتا۔ مثلاً اگر پندرہ ہزار منافع ہو جائے تو اس میں سے کام کرنے والے کو چار پانچ سَو یا ہزار دینے میں بھی کیا عذر ہوسکتا ہے گویا اِس کام میں دُنیوی طور پر بھی فائدہ ہونے کا امکان ہے جو دوست ان کاموں سے واقف ہوں وہ یہ بھی مشورہ دیں کہ کیا کیا کام جاری کئے جائیں۔ میرے ذہن میں تو لکڑی کا کام مثلاً میز کرسیاں بنانا، لوہے کا کام جیسے تالے، کیل کانٹے اور اسی قسم کی دوسری چیزیں جو دساور[2] کے طور پر بھیجی جاسکتی ہیں چمڑے کا کام یعنی بوٹ، اٹیچی کیس وغیرہ چیزیں تیار کرانا ہے۔ ہماری جماعت

میں ہی ان کی کافی کھپت ہوسکتی ہے۔ اس کے علاوہ ازار بند، پراندے اور اسی قسم کی کئی دوسری چیزیں ہیں۔ گوٹہ کے استعمال سے میں نے روک دیا ہے لیکن اگر باہر اِس کی کھپت ہو سکے تو یہ بھی تیار کرایا جا سکتا ہے میں نے جہاں تک عقل کا کام تھا یہ سکیم تیار کی ہے۔ باقی تجربہ سے جو حصہ تعلق رکھتا ہے اس کے بارہ میں اِس خطبہ کی اشاعت کے بعد تجربہ کار دوست اطلاع دیں۔ میری تجویز یہ ہے کہ عورت، مرد، بچہ، بوڑھا ہر ایک کو کسی کام پر لگا دیا جائے اور سوائے معذوروں کے کوئی بیکار نہ رہے۔ اِس طرح ہجرت کا سامان بھی پیدا ہوسکتا ہے اب تو ہم ہجرت سے روکتے ہیں مگر اس صورت میں باہر سے لوگوں کو بلاسکیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم میں سے ہر شخص کما کر کھانے کا عادی ہو۔ میرا ارداہ ہے کہ تحریک جدید کے طلباء کو بھی ایسے کام سکھائے جائیں تا ان میں ہاتھ سے کام کرنے کی روح پیدا ہو۔ غریب امیر کا امتیاز مٹ جائے اور نوکری نہ ملے تو کوئی پیشہ انکے ہاتھ میں ہو۔ پڑھے لکھے لوگ آجکل دس دس روپیہ کی چپڑاس کی نوکری کیلئے ٹکریں مارتے پھرتے ہیں حالانکہ اس طرح کے کاموں سے وہ سَو پچاس روپیہ ماہوار کما سکتے ہیں پس ایک دوست اس تجویز کے متعلق مشورہ دیں اور دوسرے نوجوان اپنے آپ کو وقف کریں دیکھو! ایک نوجوان نے اس تحریک پر عمل کر کے دکھا دیا ہے اور گو اَلْفَضْلُ لِلْمُتَقَدِّمِ کے مطابق پہل کی عزت اُسے مل گئی ہے مگر تم دوسرے نمبر کی عزت کو ہی ضائع نہ کرو۔ میں امید کرتا ہوں کہ نوجوان اس سال پہلے سے زیادہ قربانیاں کریں گے اور ایک امتیاز پیدا کر کے دکھائیں گے۔

(الفضل ۳؍دسمبر ۱۹۳۵ء)

۱؎ اسد الغابة جلد ۱ صفحہ ۲۳۷، ۲۳۸ مطبوعہ ریاض ۱۳۸۴ھ

۲؎ دساور: غیر ملک کی منڈی۔ سوداگری کا مال جو غیر ملک سے آئے۔